© rasailojaraid.com

فلپائن، بنکاک اور بنگلہ دیش

— کا سفرنامہ —

از مولانا خلیل حامدی - ڈائریکٹر ادارہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور

جزائر فلپائن فلپائن کا دارالحکومت منیلا تو تین سال پیشتر دیکھ چکا ہوں - اب مورو مجاہدین کی طرف سے ایک عالمی اسلامی کانفرنس کا انعقاد کیا جا رہا ہے اُس میں شرکت کی بدولت فلپائن کے جنوبی علاقوں کو دیکھنے کا موقع مل رہا ہے - یہ علاقے تاریخ میں "مورو اسلامی مملکت" کہلاتے رہے ہیں - یہ علاقے متعدد جزائر پر مشتمل ہیں - مورو مملکت کا سب سے بڑا جزیرہ مینڈانا ؤ (MINDANAO) ہے - دوسرا جزیرہ زمبوانگا (ZAMBOANGA) ہے چار اور قابلِ ذکر جزیرے ہیں: پاراون (PARAWAN) پاسیلان (PASILAN) سولو (SULU) اور تاوی تاوی (TAWI TAWI) - چھوٹے چھوٹے جزیرے بے شمار ہیں - ہو سکتا ہے کہ ان کی تعداد سو کے قریب ہو - ان جزائر (جو سرزمین مورو اسلامی کہلاتے ہیں) کے جنوب مشرق میں ملائشیا کی صباح سٹیٹ ہے - مغرب میں بحرالکاہل آرام فرما ہے - اور شمال میں دوسرے جزائر ہیں، جو فلپائن کا ہی ایک حصہ ہیں مثلاً جزیرہ لوزون (LUZON) اور جزیرہ بیسایا (VISAYA) - یہ دونوں جزیرے عیسائی اکثریت پر مشتمل ہیں - آخرالذکر جزیرے میں نیگرو نسل کے قبائل بھی بڑی تعداد میں آباد ہیں، جو اب عیسائی ہو چکے ہیں - ہم اس وقت صرف جنوبی جزیروں کی بات کر رہے ہیں - جہاں مسلمانوں نے آزادی کی تحریک چلا رکھی ہے -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منیلا کی طرف

۱۶/اپریل ۱۹۸۴ء کو خاکسار شام ۵½ بجے پی آئی اے سے منیلا روانہ ہوا۔ ۶ گھنٹے کی پرواز کے بعد جہاز بنکاک اترا۔ پی آئی اے کو خاکسار نے ہمیشہ ترجیح دی ہے، لیکن اس مرتبہ پی آئی اے سے سخت نفرت ہوئی۔ جہاز والوں نے راستہ کا کھانا جس طرح بھون کے مار کر اور انتہائی معمل کر کے دیا، وہ زندگی میں کبھی نہیں بھولے گا۔ بنکاک میں ۴۰ منٹ گزار کر منیلا روانہ ہو گئے۔ ۱۷/اپریل کی صبح کو منیلا ٹائم کے مطابق خاکسار ۹ بجے صبح (پاکستانی ٹائم کے مطابق ۶ بجے صبح) پہنچ گیا۔ ایئرپورٹ پر چند نوجوان (جو خفیہ طور پر مورو محاذِ آزادی سے تعلق رکھتے ہیں) استقبال کے لیے موجود تھے۔ ان میں سے ایک صاحب وہ ہیں جن کا لڑکا منصورہ میں سید مودودی انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ میں زیرِ تعلیم ہے۔ انہوں نے فوراً اپنا تعارف کراتے ہوئے فخریہ لہجے میں کہا کہ "میرا بچہ سید مودودیؒ انسٹی ٹیوٹ کا طالب علم ہے"۔

منیلا ایئرپورٹ کا حسنِ انتظام

منیلا انٹرنیشنل ایئرپورٹ بڑا کشادہ اور خوبصورت ایئرپورٹ ہے۔ نظم و نسق کے لحاظ سے بھی اچھا ہے، صفائی کا بھی بڑا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ویزا کے حصول کی کارروائی بھی لمحات میں طے پا گئی۔ ویزا آفیسر نے میرا پاسپورٹ لیا اور کسی سوال کے بغیر فوراً سٹیمپ لگا کر مجھے دے دیا۔ کسٹم کا نظام بھی ترقی یافتہ ہے۔ اگر مسافر کے پاس کسٹم ڈیوٹی ادا کرنے والا سامان ہے تو سرخ لائن کی طرف چلا جائے گا اور اگر ایسا کوئی سامان نہیں ہے تو گرین لائن کا رُخ کرے گا۔ اور کوئی شخص یہ تحقیق نہیں کرے گا کہ گرین لائن کی طرف جانے والا فی الواقع کسٹم ڈیوٹی ادا کرنے سے آزاد ہے۔ باشعور اور ذمہ داری کا احساس رکھنے والی قوموں کے اندر یہ طریق نہایت مفید اور کارآمد ہو سکتا ہے۔

منیلا سے کوتا باتو

انٹرنیشنل ایئرپورٹ سے نکل کر ہم لوگ داخلی ایئرپورٹ کی طرف آ گئے۔ دونوں میں کافی فاصلہ ہے، البتہ سواری سستی اور بافراط ہے، اس لیے مسافروں کو بالعموم دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ داخلی ایئرپورٹ بالکل ریلوے اسٹیشن معلوم ہوتا ہے۔ ہنگامہ آرائی، صفائی سے بے اعتنائی اور انتظار گاہ میں نشستوں کی قلت۔ اس ایئرپورٹ کی چند نمایاں علامات ہیں۔ اب میرا رُخ جنوبی فلپائن میں جزیرہ مینڈاناؤ کے ایک شہر کوتا باتو (KOTA BATO) کی طرف ہے۔ منیلا سے کوتا باتو سوا گھنٹے کے فاصلے پر ہے۔ پہلے اعلان میں کہا کہ جہاز دس بجے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(منیلا ٹائم کے مطابق) روانہ ہوگا، پھر تاخیر کا اعلان کیا گیا اور آخر کار بارہ بجے روانگی ہوئی۔ جو نوجوان مجھے چھوڑنے آئے تھے وہ اُس وقت تک ایئر پورٹ پر ہی رہے جب تک میں جہاز میں سوار نہیں ہوگیا۔ ان کا خیال تھا کہ یہ فلائٹ سرے سے منسوخ نہ کر دی جائے۔ جنوبی فلپائن کے حالات میں مدوجزر پیدا ہوتا رہتا ہے اور اس کی وجہ سے انتظامات متاثر ہوتے رہتے ہیں۔

فلپائن میں جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں لاتعداد جزیرے ہیں، بلکہ انڈونیشیا کی طرح یہ پورا ملک ہی جزیروں سے عبارت ہے، لیکن تین جزیرے ان میں سب سے بڑے ہیں۔ ایک شمالی جزیرہ لوزون (LOZON)۔ اس جزیرہ کی اکثریت عیسائی ہے۔ دوسرا وسطی جزیرہ بیسایا (VISAYA) ہے۔ بلکہ چند جزیروں کا جھمگٹا کہنا بہتر ہوگا۔ اس میں ایک حصہ نیگرو آبادی پر مشتمل ہے۔ اس جزیرے کی اکثریت بھی عیسائی ہے اور تیسرا بڑا اور اہم جنوبی جزیرہ مینڈاناؤ ہے جسے مسلم جزیرہ کہا جاتا ہے۔ ان تمام جزائر کو باہم بحری مواصلات سے بھی ملا دیا گیا ہے اور ہوائی مواصلات سے بھی، بلکہ حیرت ہے کہ ان جزیروں کے اندر متعدد انٹرنیشنل ایئر پورٹ بھی ہیں۔ خود جزیرہ مینڈاناؤ میں چودہ ایئر پورٹ ہیں۔ ان میں دو ایئر پورٹ انٹرنیشنل ہیں۔ ایک کوٹا باتو ایئر پورٹ اور دوسرا داباؤ (DAVAO) ایئر پورٹ۔ یہ کثیر التعداد ایئر پورٹ جہاں عوام کو سہولت فراہم کرتے ہیں، وہاں فوجی مقاصد بھی پورے کرتے ہیں۔

چنانچہ جب خاکسار منیلا کے داخلی ائر پورٹ پر بیٹھا اپنے جہاز کا انتظار کر رہا تھا تو ہر دس منٹ کے بعد مُلک کے کسی نہ کسی حصے میں جہاز روانہ ہو رہا تھا۔ انتظار گاہ میں مسافروں کی اکثریت امریکی اور یورپی سیاحوں پر مشتمل تھی۔ ہر سیاح نے ایک ایک، دو دو فلپائنی لڑکیاں ساتھ لے رکھی تھیں، جنہیں وہ پورے ایام سیاحت میں "رفیقِ سفر" بنائے رکھیں گے۔ فلپائن ایک غریب ملک ہے اس لیے دولت مند سیاحوں کی چراگاہ بنا ہوا ہے۔ غربت کے ساتھ غیر مؤثر عیسائی مذہب بھی شامل ہو گیا ہے۔ اس لیے لوگوں کے اخلاق و کردار اور ضمیر پر کسی بالاتر طاقت کا کنٹرول نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فلپائنی عیسائی لڑکیاں سیاحوں کے انتظار میں ماری ماری پھرتی رہتی ہیں[1] اس بات پر ہم اللہ تعالیٰ کا شکر

[1] آزادیٔ نسواں کی شاہراہ کی یہ اہم منزل ہے۔ (ن۔ ص)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بجا لاتے ہیں کہ فلپائن کی مسلم آبادی بڑی حد تک اس اباحت سے پاک ہے۔ اسے خدا اور آخرت پر ایمان رکھنے کا کرشمہ کہہ سکتے ہیں، ورنہ مسلمان آبادی عیسائیوں سے زیادہ مفلوک الحال اور مظلوم ہے۔

انتظار گاہ میں مجھے پاکستانی لباس میں دیکھ کر ایک صاحب فوراً میری طرف لپکے۔ مجھے السلام علیکم کہا اور پھر فوراً کہنے لگے:" میں سیبو (SEBO) کا رہنے والا ہوں (یہ (VISAYAS) آئی لینڈ میں واقع ہے) وہاں میری کارپٹ کی فیکٹری ہے۔ میں مسلمان ہوں اور حج بھی کر چکا ہوں۔ اگر آپ کو سیبو آنے کا موقع ملے تو مجھے ضرور ملیے۔ میں اور میرے دوسرے مسلمان بھائی آپ سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔" دور دراز جزیرے کے اندر بسنے والے ایک مسلمان کے یہ جذبات بڑے قابلِ قدر ہیں۔ اس نے مجھے صرف لباس اور چہرے سے پہچانا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور پھر برملا محبت و عقیدت کا اظہار شروع کر دیا ہے۔ دراصل اسلام ایک عالمی مذہب ہی نہیں، بلکہ ایک عالمی سوز و گداز کا نام ہے۔ دل دلوں کو اور روح روحوں کو فوراً پہچان لیتی ہے اور پھر رنگ و نسل اور زبان و زمین کے غیر معمولی تفاوت کے باوجود محبت و عقیدت کے پاکیزہ و پائیدار رشتے جوش میں آ جاتے ہیں۔ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ۔ ارشادِ خداوندی ہے جس کی صداقت قدم قدم پر کرشمے دکھا رہی ہے۔

منیلا سے کوتاباتو ایک گھنٹے اور ۱۵ منٹ کا سفر ہے۔ ہم بوئنگ میں جا رہے ہیں۔ جہاز کے دریچوں سے جھانک کر دیکھیے تو نیچے عجیب منظر دکھائی دیتا ہے۔ ابھی ہم سمندر کے اوپر سے گذر رہے ہیں۔ اور اب ایک شاداب جزیرے کے اوپر آ گئے ہیں۔ پھر سمندر اور پھر جزیرہ۔ سمندر بحرالکاہل کا ایک حصہ ہے اور حسبِ عادت خاموش و پرسکون۔ جزیرے ہرے بھرے کھیت اور پہاڑوں سے عبارت۔ عجیب و غریب دنیا۔ اگر اس کا خلاصہ نکالیں تو صرف اتنا کہنا کافی ہوگا کہ:" دنیائے آب و گیاہ۔"

کوتاباتو ایئرپورٹ پر ہمارے معزز میزبان استاذ عمر باسیجان صاحب اور ابو خلیل یحییٰ صاحب اپنے کثیر نوجوانوں کے ساتھ استقبال کے لیے آتے ہوئے تھے۔ تحریک اسلامی پاکستان کے ایک کارکن سے اِن نوجوانوں کی قلبی محبت ان کے چہروں پر بے تحاشا برس رہی تھی۔ بعض

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے عربی زبان میں خاکسار کا خیر مقدم کیا اور اکثر نے اپنی قومی زبان مینڈاناؤ میں۔ ہاتھوں اور آنکھوں کے اشارے جذباتِ اندروں کی شدید ہلچل کی غمازی کر رہے تھے۔ یہ نوجوان مورو ہیں۔ اور اسلام اور وطن سے ان کی محبت ان کی روحوں میں رچی بسی ہوئی ہے۔ ایک طرف خواتین کی جماعت بھی کھڑی تھی۔ ابو خلیل یحییٰ نے بتایا کہ یہ مسلم خواتین بھی استقبال کے لیے آئی ہیں۔ انہیں بھی شوق ہوا کہ دور سے آنے والے مہمان کا خیر مقدم کر کے اپنے اسلامی جذبہ کا اظہار کریں۔ یہ ہیں مورو مسلمان مرد اور خواتین۔

کوتا باتو شہر

کوتا باتو شہر کے اطراف کیا ہیں ہے بوستان و گلستان، ناریل کے دراز قد و دل افروز درختوں کی قطاریں، کیلوں کے جھنڈ، آموں، شریفوں اور چیکو کے اشجارِ دلفگار کے باغات۔ گوناگوں پھولوں کے بوقلموں کلیوں کی عطر بیزی۔ یہ مناظرِ قدرت کے حسن و جمال کا ایک ایسا آئینہ ہے جسے دیکھ کر انسان خدا پر ایمان کی لذت محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ایئر پورٹ سے ہمارا پورا قافلہ کوتا باتو شہر کو چل پڑا۔ موسم گرم ہے، لیکن درختوں کے سائے اور زمین کی ٹھنڈک اور سبزے کی بہتات اس گرمی کو برابر چوستی جا رہی ہے۔ ابو خلیل یحییٰ صاحب نے مہمانوں کے لیے شہر کے ایک ہوٹل الکورازون میں ٹھہرنے کا انتظام کر رکھا ہے۔ یہ ہوٹل بالکل نیا ہے اور اس کا مالک ایک مسلمان ہے۔ راقم نے ابو خلیل سے کہا کہ آپ لوگ اس قدر تکلیف نہ اٹھائیں میں کسی معمولی جھونپڑی میں بھی گذارا کر سکتا ہوں۔ آپ لوگ افغانیوں کی طرح دورِ جہاد سے گذر رہے ہیں، اس لیے مناسب یہ ہے کہ مالی وسائل کو جس قدر بچایا جا سکتا ہو بچایا جائے۔ ابو خلیل یحییٰ صاحب نے یہ کہہ کر راقم کی بات ٹال دی کہ دو ایک روز میں ہوٹل خالی کر کے کسی دوست کے گھر میں بسیرا کر لیا جائے گا۔ سردست ہوٹل میں آرام کریں۔

الکورازون ہوٹل میں

ابو خلیل یحییٰ اور ان کے جملہ رفقاء واپس چلے گئے۔ علی خنانی نامی ایک نوجوان کو ہوٹل میں میرے ساتھ چھوڑ گئے کہ یہ خدمت اور حفاظت دونوں کام سرانجام دے گا۔ خدمت کا مطلب تو سمجھ میں آجاتا ہے، لیکن حفاظت کا مطلب بعد میں سمجھ آیا۔ وہ یہ کہ اس شہر ہی کے نہیں، بلکہ اس پورے علاقے کے حالات معمول پر نہیں رہتے۔ سرکاری فوج اور مورو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محافظِ آزادی کے مجاہدین میں وقتاً فوقتاً جھڑپیں ہوتی رہتی ہیں، اس لیے حکومت کی طرف سے ہر شخص کی نگرانی رکھی جاتی ہے۔ سرکاری کمانڈو تو دن رات اِدھر اُدھر سونگھتے رہتے ہیں اور جہاں کہیں انہیں کوئی "مشتبہ" آدمی نظر آئے اُٹھا کر لے جاتے ہیں۔ میں گو غیر ملکی ہوں، مگر پھر بھی کسی مقامی انسان کا ہر وقت میرے ساتھ رہنا ضروری ہے۔

الکورا زدن ہوٹل بالکل نیا ہوٹل ہے۔ اِس علاقے میں لکڑی بافراط پائی جاتی ہے۔ اس لیے تعمیر میں لکڑی فراخدلی سے استعمال کی گئی ہے۔ فرنیچر بھی لکڑی کا ہے اور مقامی ہنرلوں کی قابلیت کا اچھا نمونہ پیش کرتا ہے۔ اس فن میں مسلمان پیش پیش ہیں۔ الکورا زدن ہوٹل جس روڈ پر واقع ہے وہ بڑی آباد ہے۔ میں جب کبھی ہوٹل کی بالکونی میں آکر بیٹھتا ہوں تو میری نگاہ دُور دُور تک مورولینڈ کا مشاہدہ کرتی رہتی ہے۔ شہر کے اکثر مکانات کھپریل کے بنے ہوئے ہیں یا پھر ٹین کی لمبی اور ترچھی چھتیں ہیں، البتہ چند عمارات بڑی پرشکوہ نظر آتی ہیں۔ یہ بنک ہیں یا کیتھولک یا پروٹسٹنٹ چرچ ہیں یا عیسائی مشنریوں کی یونیورسٹی ہے جسے (NOTRE DAME) یونیورسٹی کہا جاتا ہے، یہودی اور عیسائی تاجروں کے بڑے بڑے سٹور ہیں، سینما ہال اور گورنمنٹ دفاتر ہیں۔ چند ایک مسلمانوں کی عمارات بھی ہیں، مگر عیسائیوں کی عمارات کے مقابلے میں ہیچ۔ باقی پورا شہر ٹین یا پھوس کے پست مکانوں پر مشتمل نظر آتا ہے

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی
چمن زنگار ہے آئینۂ بادِ بہاری کا

راقم نے ہوٹل میں اُترتے ہی اپنے محافظ سے عرض کیا کہ ایک دن اور ایک رات کا تھکا ہوا ہوں۔ آرام کرنا چاہتا ہوں۔ دو تین گھنٹے کی نیند کے بعد راقم جب اُٹھا تو علی غنانی متعدد زائرین سے آہستہ آہستہ محوِ گفتگو تھا۔ یہ لوگ خاکسار سے ملنے آئے ہیں، مگر علی غنانی نے انہیں روک رکھا ہے۔ علی غنانی نے بتایا کہ یہ لوگ میرے لیٹ جانے کے فوراً بعد ہی آگئے تھے، مگر ملاقات کے لیے بیٹھ گئے۔ کسی دُور مقام سے آئے ہیں، اس لیے واپس جانے سے پہلے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ گفتگو کے دوران معلوم ہوا کہ ان میں سے ایک صاحب کا لڑکا منصورہ میں سید مودودی انسٹی ٹیوٹ میں پڑھتا ہے۔ وہ اظہارِ تشکر کے لیے آئے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوپہر کا کھانا ہوٹل میں کھایا۔ یہاں کی بنیادی خوراک چاول اور مچھلی ہے۔ روٹی کے تصور سے لوگ ناآشنا ہیں۔ ڈبل روٹی کا قدرے رواج ہے۔ سیاحوں کی آمد کی وجہ سے ہوٹل میں یورپی طرز کے کھانے کا اہتمام کر لیا جاتا ہے۔ راقم ان تکلفات سے بری ہے جو میسر آیا، کھا لیا۔

کوتاباتو کی معاشرتی زندگی

پچھلے ٹائم راقم اور علی غنافی شہر کی سیر کو نکل گئے۔ اس شہر کی آبادی علی غنافی کے کہنے کے مطابق زیادہ سے زیادہ ایک لاکھ ہوگی۔ یہ مینڈاناؤ جزیرے کا سب سے بڑا شہر ہے۔ پورے جزیرے کی آبادی بیس لاکھ کے قریب ہے۔ کوتاباتو شہر کی سڑکیں کشادہ ہیں۔ شہر کے وسط میں ایک وسیع پارک ہے جس میں ایک طرف عیسائیوں نے حضرت مسیح اور مریم علیہما السلام کے مجسمے حسب عادت نصب کر رکھے ہیں اور دوسری طرف مورو مسلمانوں کے ایک قومی ہیرو کا مجسمہ ہے جس کا نام حسین ارسلان ہے۔ یہ شخص ڈاکٹر آف میڈیسن تھا اور اس نے اپنی قوم کی بڑی خدمت کی ہے۔

پارک کے اندر جگہ جگہ سیمنٹ کے بنچ رکھے ہوئے ہیں۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں گروہ در گروہ ادھر ادھر بیٹھے ہوئے ہیں۔ پارک کے فٹ پاتھوں پر بوڑھی عورتیں اور نوجوان بچیاں بھی چھابڑیوں میں سامان رکھ کر بیٹھی ہوئی ہیں۔ ان چھابڑیوں میں فروٹ، انڈے، بسکٹ، دیاسلائیاں اور اسی نوعیت کی اور چیزیں رکھی ہوئی ہیں۔ بیچنے والے بھی فقیر اور ان کے خریدار بھی فقیر۔ مردوں کا لباس پتلون اور قمیص اور عورتیں اسکرٹ پہنے ہوئے۔ کچھ عورتوں نے اسکرٹ کے اوپر لنگی باندھ رکھی ہے۔ سر سب کے ننگے۔ ان چھابڑی فروشوں کی اکثریت مسلمان ہے۔ پارک میں بیٹھنے والے گروہ اکثر بے روزگاری کے ستائے ہوئے یہاں آکر وقت گزارتے ہیں اور کچھ سیر و تفریح کرنے والے منچلے بھی ہیں۔

سبزی مارکیٹ کے پاس سے گذرے، پورا بازار پھلوں سے بھرا ہوا ہے۔ ناریل، انناس، تربوز، آم، چیکو، کیلا، شریفہ ڈھیروں پڑا ہے اور بیچنے والی سب عورتیں، سن رسیدہ بھی اور نوجوان بھی۔ اور سب مسلمان۔ مرغی، انڈے، کباب، مچھلی تلی ہوئی، سموسوں سے ملتی جلتی سی اشیاء، اس طرح چاول، چینی، ایندھن اور سبزی یہ سب اس بازار میں ملتی ہیں اور یہ پوری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سرورس عورتیں اور لڑکیاں انجام دیتی ہیں۔ بازار میں صفائی نہیں ہے۔ کم مایہ دکانداروں کا جو حال ہوتا ہے یہ مارکیٹ اس کی صحیح تصویر پیش کر رہی ہے۔ چاول کی قیمت ایک کلو ۳ پیسو سے لے کر ۴½ پیسو تک (فلپائنی پیسو پاکستانی روپے کے برابر ہے) چیکو ۵ پیسو کلو، کیلے ۵ پیسو کا ایک گچھا (جس میں دو درجن سے زیادہ ہی کیلے ہوتے ہیں)۔ سوختنی لکڑی کا ایک گٹھا ایک پیسو (جس کا وزن تین کلو سے زیادہ ہوگا) میں فروخت ہوتا ہے۔ زندہ مرغی ۲۵ پیسو میں بکتی ہے۔ اور اُبلا ہوا انڈہ دو پیسو میں۔ علی غنانی نے بتایا: ہم لوگ سخت گرانی محسوس کر رہے ہیں۔ بیروزگاری عام ہے۔ کاروبارِ زندگی محدود ہے۔ اچھے سے اچھا روزگار ۱۵ پیسو یومیہ سے زیادہ نہیں ہے اگر آمدنی کا یہ حال ہو تو پھر گھٹیا چاول جو عام خوراک ہے ۳ پیسو کو بھی بہت بوجھ محسوس ہوتا ہے۔ سستی چیز یہاں کی مچھلی ہے۔ جسے کچھ دستیاب نہ ہو وہ مچھلی پکڑ کر پکا لیتا ہے یا کچا کیلا اُبال کر شکم پُری کر لیتا ہے۔

عیسائیوں کے اثرات

کوتا باتو مسلمانوں کا تاریخی شہر ہے۔ یہاں مسلم سلاطین کا اقتدار رہا ہے۔ اب اس شہر میں گرجوں کی تعداد زیادہ اور مسجدوں کی تعداد بہت کم ہے۔ پورے شہر میں شاید دس سے زیادہ مسجدیں نہ ہوں گی جب کہ گرجا قدم قدم پر ملے گا۔ عیسائیوں کے دونوں فرقے یہاں سرگرمِ عمل ہیں، کیتھولک اور پروٹسٹنٹ۔ گرجوں کے علاوہ ان کی کئی عمارات ہیں NOTRE DAME یونیورسٹی کا پیچھے تذکرہ گزر چکا ہے۔ اور بھی ان کے کئی کالج اور تعلیمی و فنی ادارے اور اسپتال ہیں۔ کوتا باتو کا سب سے عظیم الشان اسپتال عیسائی مشنری کا ہے۔ بڑی بڑی تجارتی کمپنیاں ان کے ہاتھ میں ہیں، بڑے بڑے سرکاری مناصب پر یہ براجمان ہیں، جاگیروں اور میلوں باغات کے مالک یہ ہیں۔ اس علاقے میں گو یہ اقلیت میں ہیں اور یہ زیادہ تر لوزون جزیرے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور فلپائن کا دارالحکومت منیلا ان کا مرکز ہے، مگر جزیرہ مینڈاناؤ اور دیگر مسلم جزائر پر ان کا معاشی و ثقافتی اور سیاسی غلبہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوتا باتو گو مسلم شہر ہے، مگر یہاں عریانی کا رواج ہے، شراب خانے کھلے ہوئے ہیں اور مخلوط معاشرت کے خوفناک مناظر ملتے ہیں۔

کوتا باتو کی مسلمان آبادی اپنے ہی شہر اور اپنے ہی تاریخی وطن میں اکثریت کے باوجود تہی دست

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور خستہ حال ہے۔ چھوٹی سطح کی دکانداری، اُٹھائی گیری، پھیری، ماہی گیری اور معمولی دستکاری پر ان کا معاشی دارومدار ہے۔ میں نے علی خناقی سے پوچھا کہ کیا مسلمان گھرانے یہ پسند کرتے ہیں کہ ان کی سن رسیدہ مائیں اور نوخیز دوشیزائیں بازار میں کھوکھے کھولیں اور چھابڑی لگائیں؟ علی نے جواب دیا کہ مسلمانوں کے پاس یہی کام ذریعہ معاش ہیں۔ اگر اتنا بھی نہ کریں تو کہاں سے کھائیں۔ ان کے مرد بھی کماتے ہیں اور عورتیں بھی، تب جا کر گزربسر ہوتی ہے۔ اچھے حالات میں کوئی شخص یہ گوارا نہیں کرتا کہ اُس کے بچے اور بچیاں تعلیم و تربیت کے بجائے بازار میں بیٹھ کر چند پیسے کمانے کی فکر میں رہیں۔

۱۸/اپریل ۱۹۸۴ء کو صبح ناشتے میں بھی چاول اُبلے ہوئے انڈوں کے ساتھ کھائے۔ چائے کی جگہ بیرہ کافی دے گیا۔ اسی ہلکے پھلکے ناشتے پر گزارا کر لیا۔

ایک مورو نوجوان

علی خناقی میرا رفیقِ ہوٹل بڑا باشعور نوجوان ہے۔ اُس نے مجھ سے "بنگسا مورو" (انگریزی کی کتاب جسے ہم نے ادارۂ معارفِ اسلامی کی طرف سے چھاپا ہے) لے لی اور راتوں رات کافی پڑھ ڈالی۔ اس کتاب میں جنوبی فلپائن یعنی مورولینڈ کی تاریخ اور ان کے سلاطین کی داستانیں اور ان کی جنگی کارروائیاں بیان کی گئی ہیں۔ علی نے شاید پہلی مرتبہ ایک ایسی کتاب دیکھی ہے جو اس کی اپنی تاریخ اور اپنی تصویرِ حیات پیش کر رہی ہے۔ اُسے شوق ہے کہ مجھے اپنے مُلک کے حالات سنائے۔ ایک نوجوان ہونے کی حیثیت سے اُس کے جذبات اُبلتے ہیں اور پھر گھُٹ کر رہ جاتے ہیں۔ اُسے اِس بات پر بہت دُکھ ہے کہ کوتاباتو کے تمام جدید تعلیم کے ادارے عیسائیوں کے ہاتھ میں ہیں۔ اس نے بتایا کہ اس شہر میں عیسائیوں کی دو یونیورسٹیاں ہیں ان کے اساتذہ عیسائی ہیں اور طلبا نوے فی صد مسلمان۔ تعلیم تو سیکولر ہے، مگر عیسائیت کی تبلیغ زور و شور سے کی جاتی ہے۔

ایک مورو عالمِ دین

ناشتے سے فارغ ہوئے تھوڑی دیر گزری تھی کہ مجندانا ؤ - MAGUIN - DANAO - کا ایک وفد علی اسماعیل صاحب کی قیادت میں خاکسار سے ملنے کے لیے آیا۔ مجندا ناؤ کوتو باتو سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر ایک تاریخی مقام ہے۔ علی اسماعیل نہایت فصیح عربی بولتے ہیں۔ انہوں نے مدینہ یونیورسٹی میں تعلیم پائی ہے۔ مجھے بتانے لگے کہ میں نے مدینہ یونیورسٹی میں

© rasailojaraid.com

مولانا مودودیؒ کو دیکھا تھا اور ان کی تقریر بھی سنی تھی۔ اپنے ساتھیوں کی طرف رُخ کر کے کہنے لگا کہ مولانا مودودیؒ اس دور کے عظیم اسلامی مفکر گزرے ہیں۔ ان کی کتابیں صحیح معنوں میں اسلام کا راستہ واضح کرتی ہیں۔ علی اسماعیل کے ساتھ جو لوگ ہیں وہ بھی عربی بول لیتے ہیں۔ راشد مامو اور شہاب الدین دونوں عربی میں گفتگو کر لیتے ہیں۔ صرف طیب طاہر نامی ایک ساتھی عربی سے ناواقف ہے۔ علی اسماعیل نے بتایا کہ مجنداناؤ میں "مجنداناؤ مسلم ایسوسی ایشن" کی طرف سے ایک تعلیمی ادارہ کھولا گیا ہے جس کا نام ہے المعہد الرحمانی العربی الاسلامی۔ وہ (علی اسماعیل) اس معہد کے ڈائرکٹر ہیں۔ راشد مامو اس کے اسسٹنٹ ڈائرکٹر ہیں اور دیگر رفیق اس کے ٹیچروں میں شامل ہیں۔ اس معہد میں ۸۰۰ لڑکے اور لڑکیاں پڑھتے ہیں۔ مختلف شہروں اور جزیروں میں اس کی ۸ شاخیں ہیں جن میں تعلیم پانے والے لڑکے اور لڑکیوں کی مجموعی تعداد دو ہزار سے زائد ہے۔ یہ معہد ثانوی درجے کا ہے جہاں سے فارغ ہونے والے کو مدینہ یونیورسٹی میں داخل کر لیا جاتا ہے۔

مورو کی تعلیمی پس ماندگی

علی اسماعیل اچھا باشعور، صاحبِ علم اور فعال آدمی نظر آتا ہے۔ تعلیمی اُمور پر بحث کرتے ہوئے کہنے لگا کہ جنوبی فلپائن کا مسلمان تعلیم میں بہت پسماندہ ہے، خصوصاً جدید تعلیم اور ٹیکنالوجی سے بڑی حد تک بے بہرہ ہے۔ اب مسلمان اپنی کوششوں سے کچھ جدید تعلیمی ادارے قائم کر رہے ہیں، مگر وہ بھی ثانوی تعلیم سے آگے نہیں بڑھ پائے۔ سرکاری جامعات اور مسیحی جامعات میں اگر ہم اپنے نوجوانوں کو مجبوراً تعلیم کے لیے بھیجتے ہیں تو ان کا دین اور اخلاق دونوں خطرے میں پڑ جاتے ہیں۔ علی اسماعیل جب یہ بات کر رہا تھا تو اس کے چہرے پر غم کے آثار بھی اُبھر آئے اور غصّے کے بھی۔

داستانِ جہاد

اب علی اسماعیل نے تعلیم کا موضوع چھوڑ کر جہاد کا موضوع چھیڑ دیا۔ یہ موضوع پہلے موضوع سے بھی زیادہ حساس ہے، لیکن آپ جس مورو مسلمان سے ملیں خواہ وہ سرکاری ملازم ہو یا مزدور وہ جہاد کی کہانی بیان کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ موضوع چھیڑ کر وہ اپنے دل کے تار بھی ہلا دیتا ہے اور سامع کے دل کے تار بھی زیرِ مضراب آ جاتے ہیں۔ مورو جہاد کی داستان تو بہت لمبی ہے اور قدیم بھی، مگر اس سلسلے کی آخری داستان نے مورو مسلمانوں کے اندر گہرے زخم لگائے ہیں۔ ابھی تک ان سے ٹیس اُٹھ رہی ہے۔ یہ داستان ۱۹۷۰ء سے لے کر ۱۹۷۶ء تک پھیلی ہوئی ہے۔ یہ عرصہ گو صرف ۶ سال کو محیط ہے مگر اس کے نقوش و آثار اَنمٹ اور اس کے نتائج و عواقب لاتناہی ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جہاد اور اس کے نتائج

یہ موقع اس داستان کی تفصیل و تجزیہ کا نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ۱۹۷۰ء میں مورو مسلمانوں نے "مورو محاذِ آزادی" کے تحت مارکوس کی صلیب پرست اور غاصب حکومت کے خلاف جنگِ آزادی شروع کی۔ اس جنگ کی قیادت صرف مورو محاذِ آزادی تنظیم کے ہاتھ میں تھی۔ مسلمان عوام نے اس جنگ میں محاذِ آزادی کا پورا پورا ساتھ دیا۔ باہر سے بھی بعض ممالک کی جانب سے ان کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ آخر کار مارکوس گفت و شنید پر آمادہ ہوا۔ طرابلس (لیبیا) میں قذافی کی وساطت سے مورو محاذ کے لیڈروں نے جن کی قیادت محاذ کا صدر نور مسواری کر رہا تھا۔ اور مارکوس کے نمائندوں (جن کی قیادت مارکوس کی بیوی "حسینہ فلپائن" کر رہی تھی) کے درمیان ایک معاہدہ ہوا۔ یہ معاہدہ "طرابلس ایگریمنٹ" کے عنوان سے معروف ہے۔ اس معاہدے کی رو سے مارکوس نے یہ وعدہ کیا کہ اگر مورو محاذ جنگ بندی کا اعلان کر دے تو وہ جنوبی فلپائن کو علاقائی خود مختاری (ریجنل اٹانومی) دے دے گا۔ اس معاہدے میں نور مسواری نے کمزوری دکھائی (تیز خیال ہے کہ آج تک مارکوس نے اس معاہدے پر عملدرآمد نہیں کیا)۔ علی اسماعیل کے بیان کے مطابق نور مسواری نے تحریکِ جہاد کے ساتھ خیانت کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ محاذ کے تمام نمایاں کمانڈر نور مسواری کے خلاف ہو گئے اور انہوں نے لکھ کر دے دیا کہ وہ نور مسواری کو اپنا نمائندہ نہیں سمجھتے۔ سلامت ہاشم محاذ کے نائب صدر تھے۔ تمام کمانڈروں نے انہیں اپنا رہنما تسلیم کر لیا۔ مورو علماء نے بھی ایک متفقہ فتویٰ صادر کر دیا جس میں نور مسواری کے بجائے سلامت ہاشم کو قائد تسلیم کر لیا گیا۔ اس وقت سے تمام مورو مسلمان سلامت ہاشم کے ساتھ ہیں۔ ان تمام جزائر میں سلامت ہاشم کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہے۔ اہلِ دین و اہلِ دعوت اور اسلام سے محبت رکھنے والا کوئی شخص بھی ایسا نہ ہوگا جو سلامت ہاشم کا ساتھ نہ دیتا ہو۔ نور مسواری اپنی مقبولیت کھو چکا ہے۔ جزیرہ سولو (SULU) اور جزیرہ تاوی تاوی (TAWI TAWI) کے کچھ لوگ نور مسواری کے ساتھ ہوں گے۔ کیونکہ نور مسواری اسی جزیرے کا رہنے والا ہے۔ نیز کچھ بائیں بازو کے عناصر اور اشتراکیت نواز نوجوان نور مسواری کا ذکر چھیڑ دیتے ہیں۔ مسلمانوں کی بھاری اکثریت مرد، عورتیں اور بچے تک سلامت ہاشم کے حامی ہیں۔

(باقی)

© rasailojaraid.com